بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم رئیس دارالافتاء اور قابل قدر مفتیان کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

وبعد: یہاں ہمارے علاقہ ڈومیل ضلع بنوں میں عمومی بیع بالتقسیط دو صورتوں میں ہوتا ہے :

1: کسی کو نقد روپے کی ضرورت ہوتی ہے مثلا کسی نے باہر ملک کا ویزہ خریدا ہوتا ہے یا کاروباری قرضے کی ادائیگی ہوتی ہے اور اس کے پاس نقد روپے نہیں ہوتے تو وہ اس کیلیے بیع بالتقسیط پر بائک یا کار وغیرہ لیتا ہے اور اسی مجلس میں کسی تیسرے شخص کو نقد فروخت کرتا ہے جس سے وہ نقد وصول کرکے اپنی ضرورت میں صرف کرتا ہے ۔

2: جس شخص سے اس نے پہلے بیع بالتقسیط پر کوئی چیز خریدی ہے اور قسط کی ادائیگی کا وقت پورا ہے لیکن وہ قسط ادا نہیں کرسکتا تو بائع اس کو دوبارہ کوئی دوسری چیز اسی بیع بالتقسیط پر فروخت کرتا ہے اور پھر مشتری کو قبضہ دے کر فورا پہلے والی دین کے اصولی کیلیے اس کو بیع پر مجبور کرتا ہے اور یہ پہلے سے معروف ہوتا ہے کہ مشتری یہ چیز پھر آگے فروخت کرکے بائع کا پہلا دین ادا کرے گا۔ بلکہ یہ دوسرا بیع با التقسیط ہوتا ہی اسی لیے ہے ۔

اس دوسری صورت میں بائع کے پیش نظر یہ بات ہوتی ہے کہ چونکہ مشتری پہلے دین کی ادائیگی سے قاصر ہے اور اسی صورت میں بائع کا مشتری کے پاس پڑی دین بغیر فائدہ کے رہ جاتی ہے اب اگر وہ اسی دین میں زیادتی کرکے مہلت دے تو یہ صریح سود بنتی ہے ، لہذا اس صریح سود سے فرار کا راستہ اختیار کرنے کیلیے وہ دوبارہ بیع بالتقسیط کرتا ہے جس سے پہلے دین وصول کی جاتی ہے البتہ مشتری کو دوسری دین کی ادائیگی میں مہلت ملتی ہے ۔

اب سوال یہ ہے کہ نمبر1 کیا نقد کے اصولی کیلیے بیع بالتقسیط کی مذکورہ بالا صورت درست ہوگی ؟ کیا یہ سود سے بچنے کا ایک ایسا حیلہ اختیار کرنا نہیں جو عوامی ذہن میں سود سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے ؟ اس لیے کہ مشتری اگرچہ وہ تیسرے شخص پر فروخت کرتا ہے لیکن یہ اسی مجلس میں ہوتی ہے اور بائع کو پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف نقد کے وصولی کیلیے ہی ایسا کرتا ہے کسی حقیقی چیز کی ضرورت کے تحت نہیں ہوتا جیسے مثلا

فیکٹری والے کو کپاس کی ضرورت ہوتی ہے یا زمیندار کو تخم کے غلہ وغیرہ کی ضرورت ہو اور کوئی اس کو بیع بالتقسیط سے فروخت کرے ، جو کہ حقیقی چیز کی ضرورت کے تحت ہوتی ہے ۔

نمبر 2 : کیا مشتری کا قرض کی ادائیگی سے عاجز ہونے کی صورت میں نمبر 2 میں ذکر کردہ بیع بالتقسیط درست ہوگی یا یہ بھی دین میں مہلت دینے کیلیے بیع کی ایک اکراہی صورت کی وجہ سے ناجائز ہوگی ؟

ملاحظہ: اس دوسری صورت میں مدیون پر بار بار منافع یعنی دین زیادہ ھوتا جاتا ھے۔اور کاروبار کیلئے کچھ مزیدا ھاتہ نہیں اتا ۔جسکی انجام اکثر سود کی طرح دیوالیہ ھونے کی صورت میں ظاھر ھوتا ھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامدا ومصليا

کسی شخص (مثلاً الف) کا کسی دوسرے شخص (مثلاً ب) کو قسطوں پر متعین مدت اور اقساط کے ساتھ کوئی چیز فروخت کرنا فی نفسہ جائز ہے، اسی طرح اس دوسرے شخص کا آگے اس چیز کو کسی تیسرے شخص (مثلاً ج) کے ہاتھ نقد پر فروخت کرنا بھی فی نفسہ جائز ہے، البتہ ایسی صورت میں یہ طے کرنے سے اجتناب کیا جائے کہ تیسرا شخص (ج) وہی چیز پہلے شخص (الف) کو فروخت کرے گا۔ نیز اگر بیع بالتقسیط کے دَین کی وصولیابی میں سہولت کی غرض سے بائع اگر کوئی اور چیز بیع بالتقسیط کے طور پر اسی مشتری (مدیون) کو فروخت کرے، تاکہ وہ اس چیز کو کسی تیسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر کے نقد رقم حاصل کرے اور اپنی رضامندی سے اپنا وہ دین ادا کر دے جو پہلی بیع کی وجہ سے اس کے ذمہ لازم ہوا تھا تو یہ بھی فی نفسہ جائز ہے، بشرطیکہ دوسری بیع اس شرط کے ساتھ نہ ہو کہ پہلے دین کی ادائیگی میں اس کی وجہ سے مہلت دی جائے گی، بیع کی اسی صورت کو عام طور پر فقہاء کرام کے ہاں "قلب الدین" اور "معاملہ" کہا جاتا ہے۔ البتہ یہاں درجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ جس تیسرے شخص کو مدیون مشتری وہ چیز فروخت کر رہا ہے اس کا بائع اول (الف) سے پہلے سے کوئی عقد اسی چیز کا نہ ہوا ہو۔ ورنہ اس مشتری مدیون کی حیثیت محض وکیل کی ہوگی۔

۲۔ بائع اول اور بائع ثانی کے عقود آپس میں مشروط نہ ہوں۔

۳۔ دوسری بیع میں پہلے دین کی وصولیابی کی غرض سے مبیع کی قیمت میں اضافہ نہ کیا جائے۔

۴۔ دوسری بیع پر مشتری کو مجبور نہ کیا جائے۔

۵۔ بائع کا مشتری کو اس بات پر مجبور کرنا یا اس شرط کے ساتھ بیع کرنا درست نہیں کہ مشتری وہ چیز آگے فروخت کرے گا اور اس سے حاصل ہونے والی رقم سے بائع کا دَین ادا کرے گا۔ بلکہ یہ تیسری بیع اور بائع اول کو رقم کی ادائیگی مشتری کی اپنی دلی ضامندی سے ہونی چاہیئے۔

٦۔ اس طرح پے درپے عقود کرنے کی عادت بنانا درست نہیں۔ جیسا کہ آپ نے سوال کے جز نمبر ۲ میں تحریر کیا ہے۔

اگر ان شرائط کی پابندی کے ساتھ عقد کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لما فی فقه البيوع للشـــيخ العلامة المفتی محمد تقی العثمانی حفظه الله(٥٥٦-٥٥٩\١فقره ٢٥٤)

تحدث الفقهاء عن مسئلة في البيع المؤجل والمداينات الأخرى، وهي أن المديون ربما يعجز عن أداء دينه عند حلول الأجل، فيدخل مع الدائن في بيع مؤجل آخر بثمن زائد على الثمن الحال، ويمهله الدائن في دينه الأول، ويسمى "قلب الدين" في اصطلاح الحنابلة، و"معاملة" في اصطلاح المتأخرين من الحنفية. فإن كان هذا

الإمهال في الدين الأول مشروطاً في البيع الثاني، فالبيع الثاني فاسد بالاتفاق، لأنه بيع شرط فيه مالا يقتضيه العقد. أما إذا لم يكن الإمهال شرطاً في البيع الثاني، ففيه خلاف....وما ذكر البهوتي وابن تيمية رحمهما الله تعالى من اتفاق المسلمين على منع قلب الدين إنما هو فيما إذاكان الإمهال شرطاً في البيع الثاني، أو كان المدين مكرها، كما ذكره البهوتي. أما إذا لم يكن الإمهال مشروطاً، ولا المدين مكرهاً، فقد ثبت عن الحنفية أنهم أجازوا هذه المعاملة......والحاصل أن الإمهال في الدين الأول إن لم يكن مشروطاً، فلايزال الدائن يحق له أن يطالب بالدين الأول في الحال قضاء. فإن أمهله، أمهله تطوعاً، فلا يقال: إنه عوض" عن الزيادة في البيع الثاني---- ثم إن المتأخرين من الحنفية، وإن مشوا على مذهب الإمام أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى، غير أنهم ذكروا فيها كراهة. جاء في الدر المختار: "شراء الشيئ اليسير بثمن غال لحاجة القرض يجوز ويكره." وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى في شرحه: "أي يصح مع الكراهة." والظاهر أن المراد كراهة تنزيهية تجتمع مع الجواز. ولاشك أن الاحتياط في مسئلة قلب الدين في مذهب المالكية والحنابلة.

والله سبحانه وتعالى أعلم........................... والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحيح

بنده
محمد معاذ اشرف عفي عنه
دار الافتاء جامعه دار العلوم كراچي
١١ / صفر / ١٤٤٥ھ
٢٩ / اگست / ٢٠٢٣ء

مفتي جامعه دار العلوم كراچي
١١/صفر الخير/ ١٤٤٥ھ
٢٩/اگست/ ٢٠٢٣ء

مفتی

الجواب صحيح
عفي عنه
١٢/٢/ ١٤٤٥ھ

دار الافتاء
فتوى نمبر ٨٦/٢٥١٣
١٢/٢/١٤٤٥ھ
30/8/2023